تقدیر و تدبیر

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ

المجمع الاسلامی
ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

(۱)

مسئلۂ تدبیر

التَّحبِیرُ بِبَابِ التَّدبِیرِ

۱۳۰۵ھ

(۲)

مسئلۂ تقدیر

ثَلجُ الصَّدرِ لِاِیمَانِ القَدَرِ

۱۳۲۵ھ

مصنّف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

(ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء — وصال: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

ترجمہ و ترتیبِ جدید

مولانا محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ادارۂ تصنیف

المجمع الاسلامي

ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو، پی)

پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴

سلسلۂ اشاعت نمبر (۸)

نام کتاب : تقدیر و تدبیر
تصنیف : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ
ترجمہ و ترتیب جدید : مولانا محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
پروف ریڈنگ : مولانا شمشیر علی مصباحی، مولانا عبد الباری مصباحی،
مولانا مقبول مصباحی، المجمع الاسلامی
کمپوزنگ : احمد رضا مصباحی (المجمع الاسلامی)
اشاعت اول : ماہ صفر ۱۴۰۶ھ / نومبر ۱۹۸۵ء
اشاعت دوم : جمادی الآخرہ ۱۴۴۱ھ / جنوری ۲۰۲۰ء
صفحات : ۴۸ تعداد : ۱۱۰۰
قیمت :

ناشر — المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو، پی) پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴

Published By: Al-Majmaul Islami

Millat Nagar Mubarakpur Azamgarh U.P. Pin: 276404
Mob:7007576367/8574462351

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نَحمدہٗ ونُصلی علیٰ رَسُولِہِ الکریم

مسئلۂ تقدیر و تدبیر زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک اہلِ علم کے درمیان موضوعِ بحث بنا رہا، ایک طبقہ کا خیال ہے کہ انسان اس دنیا میں جو کچھ کرتا ہے وہ سب کچھ اس کا اپنا فعل ہوتا ہے، اور وہی خود اس کا خالق بھی ہوتا ہے، کسی اَن دیکھی قوت اور کسی امرِ مُقدّر کا اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا، جب کہ دوسرا طبقہ اس بات پر یقین کامل رکھتا ہے کہ زندگی کی پہلی سانس سے لے کر دم واپسیں تک کے سارے اعمال وافعال ایک جبری نظام کے تحت عالم وجود میں آتے ہیں، اور انسان بذات خود اپنی خواہش وارادہ سے کسی طرح کا کوئی کام انجام نہیں دے سکتا اور اس عقیدہ کے تحت وہ عالم اسباب سے کٹ کر اپنے کو جامد سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہ دونوں راہیں اِفراط وتفریط سے خالی نہیں —— اس سلسلے میں اسلام کا صحیح نقطۂ نظر کیا ہے جس سے تقدیر و تدبیر دونوں پر اعتماد کیا جائے اور دونوں کی حیثیتیں اپنی اپنی جگہ مُسَلّم ہوں کہ انسان تقدیر پر اعتماد کرتے ہوئے اس رَزم گہِ حیات میں اپنے مقاصد کے حصول میں کوشاں رہے اور کامیاب وبامراد ہو کر وہ منزلِ مقصود سے ہم کنار بھی ہو جائے اس کی تہ تک اتر کر صحیح معرفتِ حق کے لیے زیرِ نظر کتاب "تقدیر و تدبیر" کا مُطالَعَہ یقیناً آپ کے ذہن ودماغ کو مطمئن اور قلب ونظر کو آسودہ وسیراب کر دے گا، جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کی ان گراں قدر نگارشات میں سے ہے، جن میں گہرائی وگیرائی کے ساتھ مسئلہ کا حقیقی پہلو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کی جدید ترتیب میں مولانا محمد احمد مصباحی نے غیر مترجم عبارتوں کے ترجَمے کر دیے ہیں اور "م" یا مترجم وغیرہ لکھ کر ان ترجموں کو ممتاز کر دیا ہے، جن آیات کا ترجَمہ نہ تھا ان کا ترجَمہ کنزالایمان سے لے کر شامل کر دیا ہے۔ اور تفہیم وتسہیل کے لیے اور بہت سی خوبیاں لانے کی سَعیِ مشکور فرمائی ہے، امید ہے کہ قارئین ان کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

محمد الیاس مصباحی — سیتامڑھی

مسئلہ تدبیر

التَّحْبِیْر بِبَابِ التَّدْبِیْر

۱۳۰۵ھ

آرائشِ کلام مسئلۂ تدبیر کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ــ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

مسئلہ ۱: مسئولہ مولوی الہ یار خان صاحب ۲۰/ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے ــ اور تدبیرات کو کارِ دنیوی و اُخروی میں امرِ مُسْتَحْسَن اور بہتر جانتا ہے۔

ولید خالد کو بوجہ مُسْتَحْسَن جاننے تدبیرات کے، کافر کہتا ہے ــــ بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام و جوابِ سلام بھی ترک کردیا اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے۔ اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں، (خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں، گوہ کھاتے ہیں، کیوں کہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے۔

پس **ولید** نے **خالد** کو جو کافر کہا وہ کافر ہے یا نہیں؟ اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لیے کیا گناہ و تعزیر ہے؟ بَیِّنُوْا تُوجَرُوْا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَدَّرَ الْکَائِنَات، وَ رَبَطَ بِالْاَسْبَابِ الْمُسَبَّبَات، والصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُتَوَکِّلِیْن سِرًّا وَّ جَھْرًا، وَاِمَامِ الْعَالَمِیْن

وَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الَّذِیْنَ بَاطِنُهُم تَوَکُّلَ، وَظَاهِرُهُم فِی الْکَدِّ وَالْعَمَلِ. [1]

بے شک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔

فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جَلَّ جلالہ کی تقدیر سے ہے۔

قالَ تعالیٰ: ﴿ کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴾ [2]

(اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے — کنزالایمان)

وقالَ تعالیٰ: ﴿ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [3]

(اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں — کنز)

وقالَ تعالیٰ: ﴿ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴾ [4]

(اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو — کنز)

اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالْاَحَادِیْث. (اس کے علاوہ اور بھی آیات و احادیث ہیں۔ م)

مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے رب جَلَّ مجدہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اس میں مُسبّبات کو اسباب سے ربط دیا۔ اور سنتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مُسبّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفار کی خصلت ہے، یوں ہی تدبیر کو محض عبث و مطرود و فضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے. جس کی

---

(۱) تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے تمام ہونے والی چیزیں مقدر فرمائیں اور مُسبّبات کا اسباب سے ربط رکھا اور درود و سلام خفیہ اور علانیہ توکل کرنے والوں کے سردار اور تمام عالموں اور ان کے امام پر جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر جن کا باطن متوکل ہے اور ان کا ظاہر محنت و عمل میں لگا ہوا ہے۔ مترجم۔

(۲) پ:۲۷، سورہ قمر، آیت: ۵۳۔ (۳) پ:۲۲، سورہ یٰس، آیت:۱۲۔

(۴) پ:۷، سورہ انعام، آیت:۵۹۔

رُو سے صدہا آیات و احادیث سے اِعراض، اور انبیا و صحابہ و ائمہ و اولیا سب پر طعن و اعتراض لازم آتا ہے۔ حضراتِ مرسلین صَلَوٰتُ اللہِ تَعَالٰی وَ سَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ أَجْمَعِین سے زیادہ کس کا توکل۔ اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان۔ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے، اور اس کی راہیں بتاتے، اور خود کسبِ حلال میں سعی کر کے رزقِ طیّب کھاتے۔

(١) داؤد علیہ الصلاۃ والسلام زرہیں بناتے: **قَالَ اللہُ تَعَالٰی:** (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)

﴿وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۝﴾[1]

(اور ہم نے اسے تمھارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمھیں تمھاری آنچ سے بچائے، تو کیا تم شکر کرو گے — کنز)

(٢) **وَقَالَ تَعَالٰی:** ﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝﴾[2]

(اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔ اور تم سب نیکی کرو۔ بے شک میں تمھارے کام دیکھ رہا ہوں — کنز)

(٣) موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کی بکریاں اُجرت پر چرائیں۔

قَالَ تَعَالٰی: ﴿قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ۝ فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ﴾[3]

---

(١) پ:١٧، سورہ انبیا، آیت:٨٠۔ (٢) پ:٢٢، سورہ سبا، آیت:١٠،١١۔

(٣) پ:٢٠، سورہ قصص، آیت:٢٧تا٢٩۔

(کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔ پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے۔ اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ قریب ہے کہ ان شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہو چکا۔ میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں۔ اور ہمارے اِس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا... کنز)

خود حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مُضاربت[1] لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ الاکرم بزّازی کرتے۔

بلکہ ولید منکرِ تدبیر، خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زِراعت، تجارت، نوکری، حرفت، کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لیے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پینا، گوندھنا، پکانا، یہ کیا تدبیر نہیں؟

یہ بھی جانے دیجیے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ و ایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر۔ تدبیر کو مُعطّل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جیے گا، یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائے گا ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہبِ اہلِ سنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے، نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسبابِ عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مُسَبَّبات کو مربوط فرمایا۔

(۱) یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام۔ ۱۲
[بہار شریعت، ج: ۱۴، ص: ۳]

اور اپنی عادتِ جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی پیدا فرماتا ہے — وہ نہ چاہے تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں[1] کھاجائے کچھ مفید نہ ہوگا — آخر مرضِ استسقا و جوع البقر[2] میں کیا ہوتا ہے؟ — وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بے کار جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانہ دجال میں اہلِ ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم — مگر یہ انسان میں خرقِ عادت ہے، جس پر ہاتھ، پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت — یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورونوش کا عہد کرلے اور بھوک پیاس سے مرجائے بے شک حرام موت مرے — اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا:

(۴) ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾[3]

اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گرچہ مُردن مقدّر است وَلے ○ تو مرو در دہانِ اژدرہا[4]

ہم نے مانا کہ ولید اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترکِ اسباب کرکے پیمانِ واثق[5] کرلے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے گا۔ نہ اشارۃً کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا۔ خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر، ورنہ مرنا قبول۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک

---

(۱) **دھڑی:** دس سیر یا پانچ سیر کا وزن۔ ۱۲ مصباحی۔

(۲) **جوع البقر:** اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقا میں جس قدر بھی پیے پیاس نہیں جاتی۔ م۔

(۳) پ:۲، سورہ بقرہ، آیت:۱۹۵۔

(۴) اگرچہ موت امر مقدر ہے لیکن از خود اژدھوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ ۱۲ م۔

(۵) **پیمانِ واثق:** پکا عہد۔ م۔

سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟

رب جَلَّ جلالہٗ فرماتا ہے:

⑤ ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (۱).

اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے، پھر اِس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اِس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

حدیث ۱: مَنْ لَّمْ يَدْعُ اللهَ غَضِبَ عَلَيْهِ.

جو اللہ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔

[رواه الأئمة أحمد فى "المسند"، و أبو بكر بن أبي شيبة و اللفظ له في المصنف، والبخاري في "الأدب المفرد"، والترمذي فى "الجامع"، وابن ماجه فى "السنن"، والحاكم في "المستدرك" عَن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه.]

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ عین تدبیر ہیں کہ انتظامِ عالم و ترویجِ دین و دفعِ مُفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرّر ہوئے۔

⑥ **قال تعالیٰ:** ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۲).

(حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں — کنز)

⑦ **وَقَالَ تعالیٰ:** ﴿وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (۳).

(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو

(۱) سورہ مؤمن، آیت:۶۰۔ (۲) پ:۵، سورہ نسا، آیت:۵۹۔

(۳) پ:۹، سورہ انفال، آیت:۳۹۔

جائے۔ کنز)

⑧ وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۝﴾[1]

(اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے۔ مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے — کنز)

⑨ وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا﴾[2]

(اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے — کنز)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لیے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں اور دین حق پھیلے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہو جاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

⑩ وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ۝﴾[3]

(ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا — کنز)

فتنہ: کفر کی قوت، اور فسادِ کبیر: ضعفِ اسلام۔

⑪ وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾[4]

اور خون کا بدلہ لینے میں تمھاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو — کنز)

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے۔ اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی۔ اور اسی لیے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہو کر

(۱) پ:۲، سورہ بقرہ، آیت:۲۵۱۔
(۲) پ:۱۷، سورہ حج، آیت:۴۰۔
(۳) پ:۱۰، سورہ انفال، آیت:۷۳۔
(۴) پ:۲، سورہ بقرہ، آیت:۱۷۹۔

دیکھیں تاکہ موجبِ عبرت ہو۔

(۱۲) قَالَ تَعَالیٰ: ﴿ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾[1]

(اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو — کنز)

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز، روزہ، حج، زکات وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قَالَ تَعَالیٰ: ﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ﴾[2]

(اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی — کنز)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ: ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ ﴾[3]

(ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں — کنز)

پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اسے وہی راہ آسان، اور اسی کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

قَالَ تَعَالیٰ: ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ ﴾[4]

تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے — کنز)

وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ ﴾[5]

تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کر دیں گے — کنز)

اسی لیے جب حضور اقدس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) پ:۱۸، سورہ نور، آیت:۲۔
(۲) پ:۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت:۱۹۔
(۳) پ:۲۵، سورہ شوریٰ، آیت:۷۔
(۴) پ:۳۰، سورہ لیل، آیت:۷۔
(۵) پ:۳۰، سورہ لیل، آیت:۱۰۔

حدیث ۲ : دوزخی، جنتی سب لکھے ہوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! پھر ہم عمل کاہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں، کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے، اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لیے بنا ہے اسی کا راستہ اسے سہل کر دیتے ہیں۔ سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ **پھر حضور نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔**

[أخرج الأئمة أحمدُ و البخاريُّ و مُسلِمٌ و غيرهم. عن أميرِ المؤمنين عليٍّ كرّم الله تعالى وجهه قال: كانَ النبيُّ صلى الله تعالىٰ عليه و سلم في جنازةٍ فأخذ شيئًا فجعلَ ينكُتُ بهِ الأرض. **فقال:** ما منكم مِنْ أحدٍ إلّا و قد كُتِبَ مقعدُهُ مِنَ النّارِ و مقعدُهُ مِنَ الجنّةِ. قالوا يا رسولَ الله! أفلا نتّكِلُ على كتابِنا و ندعُ العملَ (زادَ في روايةٍ فمنْ كانَ مِنْ أهلِ السّعادةِ فسيصيرُ إلى أهلِ السّعادةِ و مَنْ كانَ مِنْ أهلِ الشّقاءِ فسيصيرُ إلى عملِ أهلِ الشّقاوةِ.) **قال:** اعملوا فكلٌّ مُيسّرٌ لِما خُلِقَ لهُ أمّا مَنْ كانَ مِنْ أهلِ السّعادةِ فييسّرُ لِعملِ أهلِ السّعادةِ و أمّا مَنْ كانَ مِنْ أهلِ الشّقاءِ فييسّرُ لِعملِ أهلِ الشّقاوةِ ثمّ قرأ: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ ﴾[1]. الآية.]

یہاں سے صاف ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل[2] ہو تو دین و شرائع[3] و اِنزالِ کُتُب[4] و اِرسالِ رُسُل[5] و اِتیانِ فرائض[6] و اجتناب محرّمات[7] معاذ اللہ! سب لغو و فضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار[8] کر دیں۔ دین و دنیا سب یکبارگی برہم ہو جائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

(۱) پ:۳۰، سورہ لیل، آیت:۶،۵۔
(۲) بیکار۔ ۱۲ (۳) قوانین شرع۔ ۱۲ (۴) کتابیں اتارنا۔ ۱۲ (۵) رسولوں کو بھیجنا۔ ۱۲
(۶) فرائض کا کرنا۔ ۱۲ (۷) حرام کاموں سے بچنا۔ ۱۲ (۸) آزاد چھوٹا ہوا سانڈ۔ ۱۲

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں۔ جیسے دُعا و دوا۔

دعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا ﷺ:

حدیث ۳: لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ. تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے یعنی قضائے معلق۔

[رواہ الترمذي و ابن ماجه و الحاكم بسند حسنٍ عن سلمانَ الفارسيِّ رضي الله تعالىٰ عنه.]

دوسری حدیث میں ہے سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

حدیث ۴: لَا یُغْنِي حَذَرٌ مِنْ قَدَرٍ، وَالدُّعَاءُ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ اِنَّ الْبَلَاءَ یَنْزِلُ فَیَتَلَقَّاهُ الدُّعَاءُ فَیَعْتَلِجَانِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ.

تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی، اور دعا اس بلا سے جو اتر آئی اور جو ابھی نہیں اتری، دونوں سے نفع دیتی ہے، اور بے شک بلا اترتی ہے دُعا اس سے جا ملتی ہے، دونوں قیامت تک کُشتی لڑتی رہتی ہیں۔ یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دُعا اسے اترنے نہیں دیتی۔

[رواہ الحاكم و البزار و الطبراني فی الأوسط عن أم المومنين الصديقة رضي الله تعالىٰ عنها- قال الحاكم صحيح الإسناد كذا قال.]

جسے دعا کے بارے میں احادیث مُجمَلہ و مُفصَّلہ وکلّیہ و جزئیہ دیکھنا ہوں وہ کتاب الترغیب و حِصن و عُدّہ و صَلاح و غیرہا تصانیفِ علما کی طرف رجوع کرے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں ﷺ:

حدیث ۵: تَدَاوَوْا عِبَادَاللهِ فَاِنَّ اللهَ لَمْ یَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهٗ

دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ: اَلْهَرَم.

خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا۔

[أخرجه أحمد و أبو داؤد و الترمذي و النسائي و ابن ماجه و ابن حبّان و الحاكم عن أسامةَ بن شريك رضي الله تعالى عنه بسندٍ صحيح.]

اور خود حضور اقدس ﷺ کا استعمالِ دوا فرمانا اور امتِ مرحومہ کو صدہا امراض کے علاج بتانا، بکثرت احادیث میں مذکور، اور طبِ نبوی و سِیَر و غیرہما فنونِ حدیثیہ میں مسطور[1]۔

اور تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں — جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سدِّ رمق[2] کھانا کھانا، پانی پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالت مَخْمَصَہ[3] شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔

اِسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں اور حلال معاش کی سعی و تلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔

حدیث میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

حدیث ۶: طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ.

آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسب حلال کی تلاش کرے۔

[أخرجه الطبراني في "الكبير"، والبيهقي في "شُعَب الإيمان"، والديلمي في "مسند الفردوس" عن ابن مسعودٍ رضي الله تعالىٰ عنه.]

اور فرماتے ہیں ﷺ:

(۱) لکھا ہوا۔ ۱۲ (۲) جان بچانے کی مقدار۔ ۱۲ (۳) جان لیوا بھوک۔ ۱۲

حدیث ۷: طَلَبُ الْحَلَالِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.

طلبِ حلال ہر مسلمان پر واجب ہے۔

[أخرجه الديلمي بسندٍ حسنٍ عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه.]

اِسی لیے احادیث میں حلال معاش کی طلب و تلاش کی بہت فضیلتیں وارد۔ مُسنَدِ احمد و صحیح بخاری میں ہے، حضور پُر نور سید الکونین ﷺ فرماتے ہیں:

حدیث ۸: "مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ."

کبھی کسی شخص نے کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہ کھایا اور بے شک نبی اللہ داؤد علیہ الصلاۃ والسلام اپنی دست کاری کی اجرت سے کھاتے۔

[وأخرجاه عن مِقدامِ بْنِ مَعْدِيكرِب رضي الله تعالیٰ عنه.]

اور فرماتے ہیں ﷺ:

حدیث ۹: إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ.

سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاؤ۔

[أخرجه البخاري في "التاريخ" والدارمي وأبوداؤد والترمذي والنسائي عن أم المؤمنين الصديقة بسندٍ صحيح.]

حدیث ۱۰ تا ۱۳: کسی نے عرض کیا یارسول اللہ "أَيُّ الْكَسْبِ أَفْضَلُ؟" سب سے بہتر کسب کون سا ہے؟ فرمایا: "عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ" اپنے ہاتھ کی مزدوری اور ہر مقبول تجارت کہ مَفاسدِ شرعیہ سے خالی ہو۔

[أخرجه الطبراني في "الأوسط" و "الكبير" بسند الثقات عن[10] عبدالله بن عمر، وهو في "الكبير" وأحمد والبزار عن[11] أبي بردة بن خيار، وأيضاً هذان عن[12] رافع بن خديج، والبيهقي عن سعيد

بن عُمیر مرسلاً والحاکم عنه عن[12] أمیر المومنین عمر الفاروق رضي الله تعالیٰ عنهم أجمعین.]

اور وارد کہ فرماتے ہیں ﷺ:

حدیث ۱۴: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ.

بے شک اللہ تعالیٰ مسلمان پیشہ ور کو دوست رکھتا ہے۔

[أخرجه الطبراني فی "الکبیر" والبیهقي في "الشعب" وسیدي محمد الترمذي في "النوادر" عن[14] ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما.]

حدیث ۱۵ تا ۱۷: اور مروی کہ فرماتے ہیں ﷺ:

مَنْ أَمْسٰى كَالًّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ أَمْسٰى مَغْفُوْرًا لَّهٗ.

جو مزدوری سے تھک کر شام آئے اس کی وہ شام، شامِ مغفرت ہو۔

[أخرجه الطبراني في "الأوسط" عن[15] أم المؤمنین الصدیقة— ومثل أبي القاسم الأصبهاني عن[16] ابن عباس، و ابن عساکر عنه و عن[17] أنسٍ رضي الله تعالیٰ عنهم.]

حدیث ۱۸: اور فرماتے ہیں ﷺ:

طُوْبٰى لِمَنْ طَابَ كَسْبُهٗ. الحدیث. پاک کمائی والے کے لیے جنت ہے۔

[أخرجه البخاري في التاریخ والطبراني في الکبیر والبیهقي في السنن والبغوي والباوردي و أبناء قانع و شاهین و مندة کلهم عن[18] رُکب المصري رضي الله تعالیٰ عنه في حدیث طویل قال ابن عبدالبر: حدیث حسنٌ قلتُ: أي لغیره.]

حدیث ۱۹، ۲۰: ایک حدیث میں آیا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خُضْرَةٌ. مَنِ اكْتَسَبَ مِنْهَا مَالًا فِيْ حِلِّهٖ وَ أَنْفَقَهٗ فِيْ حَقِّهٖ أَثَابَهُ اللهُ عَلَيْهِ وَ أَوْرَدَهٗ جَنَّتَهٗ. الحدیث.

دنیا دیکھنے میں ہری، چکھنے میں میٹھی ہے، یعنی بظاہر بہت خوش نما و خوش ذائقہ معلوم ہوتی ہے جو اسے حلال وجہ سے کمائے اور حق جگہ پر اٹھائے اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے۔ اور اپنی جنت میں لے جائے۔

[أخرجه البيهقي في "الشعب" عن[19] ابن عُمر رضي الله تعالى عنهما، قُلتُ: والمتن عند الترمذي عن[20] خولة بنت قيس امرأة سيّدنا حمزة بن عبد المطلب رضي الله تعالىٰ عنهم بلفظ "إنَّ هٰذَا الْمَالَ خُضْرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَصَابَهُ بِحَقِّهِ بُورِكَ لَهُ فِيهِ. الحديث. قال الترمذي: حسن صحيح .قلتُ: وأصله عن خولة عند البخاري مختصرًا.]

اور مذکور کہ فرماتے ہیں ﷺ:

حدیث ۲۱: إِنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوبًا لَا يُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَلَا الصِّيَامُ وَلَا الحجُّ وَ لَا العُمْرَةُ. يُكَفِّرُهَا الْهُمُوْمُ فِي طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ.

کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہو، نہ روزے، نہ حج، نہ عمرہ۔ ان کا کفارہ وہ پریشانیاں ہوتی ہیں جو آدمی کو تلاشِ معاشِ حلال میں پہنچتی ہیں۔

[رواه ابن عساكر و أبو نُعيم في "الحِلْيَة" عن[21] أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.]

حدیث ۲۲: صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ تیز و چست کسی کام کو جارہا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! کیا خوب ہوتا اگر اس کی یہ تیزی و چستی خدا کی راہ میں ہوتی۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعىٰ عَلىٰ نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ — وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعىٰ عَلىٰ وُلْدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ — وَ إِنْ كَانَ

خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی أَبَوَیْنِ شَیْخَیْنِ کَبِیْرَیْنِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ — وَ إِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی رِیَاءً وَّ مُفَاخَرَةً فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ الشَّیْطَانِ.

اگر یہ شخص اپنے لیے کمائی کو نکلا ہے کہ سوال وغیرہ کی ذلت سے بچے تو اس کی یہ کوشش اللہ ہی کی راہ میں ہے۔ اور اگر اپنے چھوٹے بچوں کے خیال سے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے۔ اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے۔ ہاں! اگر ریا و تفاخر کے لیے نکلا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔

[رواہ الطبراني عن کعب بن عُجرة رضي الله تعالی عنه ورجاله رجال الصحیح.]

اسی لیے ترک کسب سے صاف ممانعت آئی، حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

حدیث ۲۳: لَیْسَ بِخَیْرِکُمْ مَنْ تَرَکَ دُنْیَاهُ لِآخِرَتِهٖ وَلَا آخرته لِدُنْیَاهُ حَتّٰی یُصِیْبَ مِنْهُمَا جَمِیْعًا فَإِنَّ الدُّنْیَا بَلَاغٌ إِلَی الْآخِرَةِ وَلَا تَکُوْنُوْا کَلًّا عَلَی النَّاسِ.

تمہارا بہتر وہ نہیں ہے جو اپنی دنیا، آخرت کے لیے چھوڑ دے۔ اور نہ وہ جو اپنی آخرت دنیا کے لیے ترک کرے۔ بہتر وہ ہے جو دونوں سے حصہ لے۔ کہ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے۔ اپنا بوجھ اوروں پر ڈال کر نہ بیٹھ رہو۔

[رواہ ابن عساکر عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه.]

انھیں احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاشِ حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب ہرگز منافیِ توکل نہیں بلکہ عین مرضیِ الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسا تقدیر پر رکھے۔

حدیث ۲۴، ۲۵: اسی لیے جب ایک صحابی نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی اپنی اونٹنی یوں ہی چھوڑ دوں، اور خدا پر بھروسا رکھوں یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا۔ قَیِّدْ وَ تَوَکَّلْ. باندھ دے اور تکیہ خدا پر رکھ۔

برتوکل زانوے اشتر ببند

[أخرجه البيهقي في "الشعب" بسندٍ جيّد عن[۲۴] عمرو بن أميّة الضمري، والترمذي في الجامع عن[۲۵] أنس رضي الله تعالى عنهما واللفظ عنده: "اِعقِلهَا وَ تَوَكَّل".]

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرلو—دل کی نظر تقدیر پر رہے۔

مولانا قُدِّسَ سِرُّہٗ "مثنوی شریف" میں فرماتے ہیں:

توکل کن بجنباں پا و دست ❁ رزقِ تو بر تو زتو عاشق تراست[۱]

خود حضرتِ عزت جَلَّ مَجْدُہٗ نے قرآنِ عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھنے کی ہدایت فرمائی:

(۱۴) قَالَ تَعَالیٰ: ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۞ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[۲].

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے۔ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (کنزالایمان)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِ راہ لیے حج کو آتے، اور کہتے ہم متوکّل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحابِ کرام نے موسمِ حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاصِ نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈھو۔ اسی طرح تلاش فضلِ الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وَقَالَ تَعَالیٰ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ

---

(۱) توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر، تجھ سے زیادہ عاشق ہے۔

(۲) پ:۲، سورہ بقرہ، آیت: ۱۹۷، ۱۹۸۔

جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[۱]۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب مُعطّل و مُہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی؟

بلکہ انصاف کیجیے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے، وہ خود ایک تقدیر ہے۔

اور اس کا بجالانے والا ہرگز تقدیر سے رُوگرداں نہیں، حدیث میں ہے:

حدیث ۲۶: حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی گئی، دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا:

اَلدَّوَاءُ مِنَ الْقَدْرِ، یَنْفَعُ مَنْ یَّشَاءُ بِمَا شَاءَ.

دوا خود بھی تقدیر سے ہے ــ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچادیتا ہے۔

[رواه ابن السُّنّيّ في "الطب"، والدیلمي في "مسند الفردوس" عن ابن عباسٍ رضي الله تعالىٰ عنهما، وصدره عنه عند أبي نعيم والطبراني في "المعجم الكبیر".]

حدیث ۲۷: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بقصد شام وادی تبوک میں قریۂ سَرْغ تک پہنچے سرداران لشکر ابو عبیدہ ابن الجراح و خالد بن الولید و عمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم انھیں ملے۔ اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے۔ امیر المومنین نے مہاجرین و انصار وغیرہم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر مشورہ لیا۔ اکثر کی رائے رجوع پر قرار پائی۔ امیر المومنین نے بازگشت کی منادی فرمائی ــ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "اَفِرَارًا مِّنْ قَدْرِ اللهِ." کیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا؟ ــ

(۱) پ:۶، سورہ مائدہ، آیت:۳۵۔

فرمایا۔

لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إِلَىٰ قَدَرِ اللهِ — أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ أَحَدُهُمَا خِصْبَةٌ وَالْأُخْرَىٰ جَدْبَةٌ أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخِصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ وَ إِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ.

کاش اے ابو عبیدہ یہ بات تمھارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی! (یعنی تمھارے علم وفضل سے بعید تھی) ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمھارے کچھ اونٹ ہوں انھیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں ایک سر سبز، دوسرا خشک، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔ اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

[أخرجه الأئمة مالك، و أحمد، والبخاري، و مسلم وأبو داود، و النسائي عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما.]

یعنی باآں کہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چرائی کے لیے اختیار کرتا ہے۔ اس سے تقدیر الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا۔ یوں ہی ہمارا اس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہرگز مُنافیِ توکّل نہیں۔ بلکہ صلاحِ نیت کے ساتھ عینِ توکل ہے۔

ہاں یہ بے شک ممنوع ومذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے، اور اس کی درستی میں جا و بے جا و نیک و بد و حلال و حرام کا خیال نہ رکھے۔

یہ بات بے شک اسی سے صادر ہو گی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کار بر آری ہے۔ ورنہ مایوسی و ناکامی۔ ناچار سب این و آں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لُہو پانی ایک کر دیتا ہے۔ اور ذلت و خواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغابازی جس طرح بن پڑے اس کی

راہ لیتا ہے— حالاں کہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا— ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علوِّ ہمت وصدقِ نیت وپاسِ عزت ولحاظِ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا، رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا، جب بھی پہنچتا۔ اس کی طمع نے آپ اس کے پاؤں میں تیشہ مارا۔ اور حرص وگناہ کی شامت نے ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةَ﴾[1] کا مصداق بنایا، اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گناہ گار ہو کر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف۔

بئس المطاعم حين الذلّ تكسبها ❊ القدرُ منتصبٌ والقدرُ مخفوضُ[2]

حدیث ۲۸: اسی لیے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَجْمِلُوْا فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لِمَا كُتِبَ لَهٗ مِنْهَا.

دنیا کی طلب میں اچھی رَوِش سے عدول نہ کرو کہ جس کے مقدر میں جتنی لکھی ہے ضرور اس کے سامان مُہیّا پائے گا۔

[رواه ابن ماجه، والحاكم، والطّبراني في "الكبير" والبيهقي في "السُّنن" و أبو الشيخ في "الثواب" عن أبي حُميد الساعدي رضي الله تعالى عنه بإسنادٍ صحيح واللفظ للحاكم.]

حدیث ۲۹، ۳۰: اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

يَاۤ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا اللهَ وَ أَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا فَإِنْ أَبْطَأَ مِنْهَا فَاتَّقُوْا اللهَ وَ أَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ وَ دَعُوْا مَا حَرُمَ.

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور طلبِ رزق نیک طور پر کرو کہ کوئی جان دنیا سے نہ جائے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ لے لے تو اگر روزی میں دیر دیکھو تو خدا سے ڈرو اور روش محمود پر تلاش کرو۔ حلال کو لو اور حرام کو چھوڑو۔

---

(۱) پ: ۲۲، سورہ حج، آیت: ۱۱۔ ترجمہ: دنیا و آخرت دونوں کے اندر گھاٹے میں رہا۔ ۱۲م

(۲) بری خوراک ہے وہ جسے ذلت کی حالت میں حاصل کرو قسمت بلند بھی ہے اور قسمت پست بھی ہے۔ م

[رواه ابن ماجه واللفظ له والحاكم و قال: صحيح على شرطهما و بسند آخر صحيح على شرط مسلم و ابن حبّان في صحيحه كلهم عن[29] جابر بن عبد الله و بمعناه عند أبي يعلى بسندٍ حسنٍ إن شاء الله تعالىٰ عن[30] أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنهم.]

حدیث ۳۱ تا ۳۴: اور فرماتے ہیں ﷺ:

إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ أَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ أَجَلَهَا وَتَسْتَوْعِبَ رِزْقَهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّ أَحَدَكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ يَطْلُبَهُ بِمَعْصِيَةِ اللهِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهٖ.

بے شک روح القدس جبرئیل نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پورا نہ کرلے۔ تو خدا سے ڈرو اور نیک طریقے سے تلاش کرو۔ اور خبردار رزق کی دِرَنگی (۱) تم میں کسی کو اس پر نہ لائے کہ نافرمانیِ خدا سے اُسے طلب کرے کہ اللہ کا فضل تو اس کی طاعت ہی سے ملتا ہے۔

[أخرجه أبو نُعيم فِي "الحِلْيَة" واللفظ له عن[31] أبي أمامة الباهلي— والبغوي في "شرح السنة" والبيهقي فِي "الشعب" والحاكم في "المستدرك" عن[32] ابن مسعود—والبزار عن[33] حذيفة بن اليمان و نحوه للطبراني في "الكبير"— عن[34] الحسَنِ بن عَلِيٍّ أميرِي المومنين رضى الله تعالى عنهم أجمعين— غير أنَّ الطبراني لم يذكر جبرئيل عليه الصلاة والسلام.]

حدیث ۳۵: اور مروی ہوا۔ فرماتے ہیں ﷺ:

أُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ بِعِزَّةِ الْأَنْفُسِ فَإِنَّ الْأُمُوْرَ تَجْرِیْ بِالْمَقَادِيْرِ.

---

(۱) دِرَنگی: ملنے میں دیر ہونا۔ م

حاجتیں عزت نفس کے ساتھ طلب کرو کہ سب کام تقدیر پر چلتے ہیں۔
[رواہ تمام في فوائدہ و ابن عساکر في تاریخه عن[۳۵] عبداللہ بن بُسر رضي اللہ تعالی عنه.]

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش وتدبیر کی طرف ہدایت فرمائی — مگر حکم دیا کہ شریعت وعزت کا پاس رکھو — تدبیر میں بے ہوش ومدہوش نہ ہو جاؤ — دست در کار ودل بایار، تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ — ظاہر میں اِدھر، باطن میں اُدھر — اسباب کا نام، مُسبّب سے کام۔ یوں بسر کرنا چاہیے — یہی رَوشِ ہُدیٰ ہے، یہی مرضیِّ خدا — یہی سنّتِ انبیا — یہی سیرتِ اولیا۔ عَلَیْھِمْ جَمِیْعًا الصَّلٰوۃُ وَالثَّنا.

بس اِس بارے میں یہی قولِ فیصل وصراطِ مستقیم ہے۔ اس کے سوا تقدیر کو بھولنا، یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مُہمل جاننا دونوں معاذاللہ گمراہی وضلالت یا جنون وسفاہت — والعیاذ باللہ رب العالمین.

باب تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں جنھیں کوئی حصر کرسکے۔ فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ دعویٰ کرتا ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ اگر محنت کی جائے تو دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا حاجت کہ ؏

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دارومدار۔ اس میں زیادہ تطویل عبث وبے کار۔ اسی تحریر میں کہ فقیر نے **پندرہ[۱۵] آیتیں اور پینتیس حدیثیں جملہ پچاس[۵۰] نصوص ذکر کیے۔** اور صدہا بلکہ ہزارہا کے پتے دیے، یہ کیا تھوڑے ہیں؟ انھیں سے ثابت کہ انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اِعراض، اور خدا ورسول پر کھلا اعتراض — وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

ولید پر فرض ہے کہ تائب ہو، اور کتاب وسنت سے اپنا عقیدہ درست کرے

ورنہ بدمذہبی کی شامت سخت جان کاہ ہے — والعیاذ باللہ رب الغلمین —

باقی رہا اس کا عربی پڑھانے، علم سکھانے کی نسبت وہ شنیع لفظ کہنا، اگر اس تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا کہ شاید وہ ان لوگوں پر معترض ہے جو دنیا کے لیے علم پڑھاتے ہیں۔ اور ایسے لوگ بے شک لائق اعتراض ہیں، تو صریح کلمۂ کفر تھا کہ اس نے علم دین کی تحقیر و توہین کی — **اور اس سے سخت تر** ہے اس کا خالد کو اس بنا پر کافر کہنا کہ وہ باوجود ایمان تقدیر، تدبیر کو بہتر و مُستَحسَن جانتا ہے۔ حالاں کہ جو اس کا عقیدہ ہے وہی حق و صحیح ہے، اور ولید کا قول خود باطل و قبیح — **"مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں"** — صحیح حدیثوں میں فرمایا کہ

حدیث ۳۶ تا ۳۹ : جو دوسرے کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ تھا یہ کافر ہو جائے۔

[كما أخرجه الأئمة مالكٌ، و أحمدُ، والبخاريّ، و مسلم، وأبوداوٗد، و الترمذيّ[۳۶] عن عبد الله بن عُمر ، والبخاريّ[۳۷] عن أبي هريرة و أحمد و الشيخان[۳۸] عن أبی ذرو ابن حِبان بسند صحيح[۳۹] عن أبی سعيد الخدري رضي الله تعالى عنهم بِأسَانيدَ عديدة و الفاظٍ متبائنة و معانيَ متقاربة.]

اور اگرچہ اہل سنت کا مذہب محقق منقّح یہی ہے کہ ہمیں تاہم احتیاط لازم۔ اور اتنی بات پر حکم تکفیر ممنوع و ناملائم۔ اور احادیثِ مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال قائم۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثلاً امام ابوبکر اعمش و جمہور فقہاے بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم ظاہر احادیث ہی پر عمل کرتے۔ اور مسلمان کے مُکفِّر کو مطلقاً کافر کہتے ہیں — كَمَا فَصَّلنَا كُلَّ ذٰلِكَ فِي رِسَالَتِنَا "النَّهيُ الأَكِيد عَنِ الصَّلَاةِ وَرَاءَ عِدَي التَّقلِيد" — **تو ولید پر لازم کہ از سر نو کلمۂ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدید نکاح کرے۔**

فِي "الدُّرِّ المُختَارِ" عَنْ "شَرحِ الوَهبَانِيَّةِ" لِلعَلَّامَةِ حَسَنِ

الشُّرُنبلَالِيُّ: "مَا یَکُوْنُ کُفْرًا اِتِّفَاقًا یُبْطِلُ الْعَمَلَ وَ النِّکَاحَ وَ أَوْلَادُہٗ أَوْلَادُ زِنًا— وَمَافِیْهِ خِلَاف یُؤْمَرُ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَ التَّوْبَۃِ وَ تَجْدِیْدِ النِّکَاحِ۔"

(دُرِّ مختار میں علامہ حسن شُرُنبلانی کی شرحِ وَہبانیہ سے منقول ہے: جو بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جائیں گے۔ بلا تجدید ایمان و نکاح اس کی اولاد، اولادِ زنا ہوگی۔ اور جس میں اختلاف ہے قائل کو استغفار، توبہ، تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا— مترجم)

اور جس طرح یہ کلماتِ شنیعہ علانیہ کہے یوں ہی توبہ و تجدیدِ ایمان کا بھی اعلان چاہیے۔

حدیث ۴۰: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَأَحْدِثْ عِنْدَھَا تَوْبَۃً، اَلسِّرَّ بِالسِّرِّ وَ الْعَلَانِیَۃَ بِالْعَلَانِیَۃِ.

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً از سر نو توبہ کر۔ پوشیدہ کی پوشیدہ اور آشکارا کی آشکارا۔

[رواہ الإمام أحمد في "کتاب الزھد" و الطَّبراني في "المعجم الکبیر" عَنْ مُعاذ بن جبل رضي الله تعالی عنه بسندٍ حسن.]

وَاللہُ تَعَالیٰ أَعْلَمُ

مسئلہ تقدیر

ثَلْجُ الصَّدْر لِاِیمَانِ القَدْر

۱۳۲۵ھ

سینے کی ٹھنڈک، ایمانِ تقدیر کے سبب

ثَلْجُ الصَّدْرِ لِاِیْمَانِ الْقَدْرِ

۱۳۲۵ھ

سینے کی ٹھنڈک، ایمانِ تقدیر کے سبب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱: از ضلع کھیری ملک اودھ، موضع کٹوارہ، مرسلہ سید محمد مظفر حسین صاحب خلف سید رضا حسین صاحب تعلق دار کٹوارہ ــ ۲۸؍ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ:

قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ "اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لیے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے۔ یہ مسلمان نہ ہوں گے۔"

اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں۔ تو پس کیوں کر خلافِ مشیت پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ مشیت کے معنی ارادۂ پروردگار عالم کے ہیں تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیوں کر کر سکتا تھا؟ اور اللہ نے جب قبلِ پیدائش کسی بشر کے، ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کر لیا تھا تو اب وہ مسلمان کیوں کر ہو سکتا ہے؟ ﴿یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ کے صاف یہ معنی ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا۔

پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیوں کر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟ کیوں کہ جس وقت اس کو ہدایت از جانبِ باری عز اسمہ ہوگی، فوراً وہ اختیار کرے گا۔ علم اور ارادہ میں بیّن فرق ہے۔ یہاں مَنْ یَّشَآءُ سے اس کی خواہش

ظاہر ہوتی ہے۔ پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے؟ پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہلِ جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے۔

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ. ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۝﴾[1]. ﴿رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۝ وَ اَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۝﴾[2].

اللہ عزوجل نے بندے بنائے۔ اور انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات و جوارح عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا ـــ اور ان کے ارادے کا تابع و فرماں بردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں ـــ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا ـــ عقل کو ان امور کے اِدراک کی طاقت بخشی۔ خیر و شر، نفع و ضرر یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے ـــ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس و بے یاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کر سکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لیے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی ـــ **لہذا انبیا بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن و قبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام و کمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔**

﴿لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ﴾[3].

---

(۱) پ:۳، سورہ آل عمران، آیت:۸۔ (۲) پ:۱۸، سورہ مومنون، آیت:۹۷،۹۸۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے حق اور درستی کا طلب گار ہوں۔ اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔ ۱۲۔م

(۳) پ:۶، سورہ نساء، آیت:۱۶۵۔

(کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے — کنز)
حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہو گیا — ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا۔
﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾ (۱)
(کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے — کنز)
بااین ہمہ کسی کا خالق ہونا — یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے۔ یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِ ذات میں نیست ہیں — ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے۔ ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی و ہستِ مطلق ہے — ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح اُدھر پھیرے، مولی تعالی اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے مثلاً اس نے ہاتھ دیے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی — تلوار بنانی بتائی، اس میں دھار، اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی — اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بتایا — دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی — اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی — شریعت بھیج کر قتلِ حق و ناحق کی بھلائی، برائی صاف جتا دی — زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا — وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی، اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہوئی — اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہو گا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہو گا — وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک

(۱) پ:۳، سورہ بقرہ، آیت:۲۵۶۔

جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا در کنار، ہر گز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پھلّے[1] پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی ــ اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہنچتی ــ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا، گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں۔

تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا، و بارادۂ خدا تھا ــ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح، آلات کو پھیرا ــ اب اگر ولید شرعاً مستحقِ قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا، کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا ــ اور اگر قتلِ ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفتِ حکمِ شرع اس شے کا عزم کیا اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولا تعالی نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب، اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا ــ غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے ــ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالی اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالی اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرما دے گا۔

---

(۱) نوک۔ م

دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔
شہد میں شفا اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے — روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے — ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں، اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں — اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی — ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے — اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی — منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کر کے، اندر لینے کی طاقت، اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے — اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کر لیں گے؟ یا شہد بذات خود خالقِ نفع ہو جائے گا؟ حاشا! ہر گز نہیں — بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہو گا تو اسی کے ارادہ سے ہو گا — وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے — یوہیں زہر والوں کے پیٹ میں زہر جا کر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کر لیں گے؟ یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائے گا؟ — حاشا! ہر گز نہیں — بلکہ یہ بھی اسی کے قبضۂ اقتدار میں ہے۔ اور ہو گا تو اسی کے ارادہ سے ہو گا — وہ نہ چاہے تو سیروں زہر کھا جائے اصلاً بال بانکا نہ ہو گا — بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے — بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفریں ہیں — ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہیے تھا — اور زہر پینے والے ضرور لائقِ سزا و نفریں ہیں — ہر ذی ہوش یہی کہے گا یہ بدبخت خودکشی کے مجرم ہیں۔
دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا — اور جتنے آلات اس کام میں لیے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے — اور اسی کے حکم سے انھوں

نے کام دیے — جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت — تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی — پھر کیوں بناتی ہیں؟ — نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا، نہ زہر میں قوتِ اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا، نہ اس کے بڑھانے، اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن وحلق ان کے پیدا کیے ہوئے، نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادہ سے ممکن تھا— آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے — اس کا چاہا نہیں چلتا، جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہان کا ہے۔

اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں — خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جاکر اسے فاسد کر دینا، یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادہ سے ہے، نہ اس کی طاقت سے — بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں — پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے — اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا — مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے۔

پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں! باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے — عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیے تھے — دست ودہان وحلق اس کے قابو میں کر دیے تھے — دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی — یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جامِ شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالیٰ اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا — یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرما دے

— اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا پھر یہ کیوں کر بے جرم قرار پاسکتا ہے۔

انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کرسکتا مگر مجنون — ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے — ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں — ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینا، اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو ان میں صریح فرق ہے — ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے — اوپر کودنا اپنے اختیار وارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ واختیار سے نہیں — ولہذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا — بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر ونہی وجزا وسزا وثواب وعقاب وپرسش وحساب ہے۔ اگرچہ بلا شبہہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے — جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے — آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا، نہ اپنے لیے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا بنا سکتا تھا۔ یونہیں اپنے لیے طاقت، قوت، ارادہ اختیار بھی نہیں بنا سکتا — سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا — مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے قابلِ سزا وجزا وبازپرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے۔

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ — ارادہ واختیار! تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحبِ ارادہ، صاحبِ اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار؟ صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ — یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالی نے یہ

صفت پیدا کی — عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکت سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو — یہ کیسی الٹی مت ہے؟ — اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذاللہ اندھے — یوں ہی اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق، اسی کی عطا ہے — ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو "مختار کردہ" ہوئے، "خود مختار" نہ ہوئے — پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے — نہ جزا و سزا کے لیے خود مختار ہونا ہی ضرور — ایک نوعِ اختیار چاہیے — کسی طرح ہو — وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اِسی قدر تقریر و مثال کافی ہے — شہد کی پیالی اطاعتِ الٰہی ہے، اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی — اور وہ عالی شان حکما، انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام — اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے، کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا — اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا — مگر اطاعت والے تعریف کیے جائیں گے اور تمرّد[1] والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔

پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے۔ ﴿یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾[2] باقی ہے۔
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ.

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔

ہاں! یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے — اس کا بیان بھی ہو چکا اور آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔

نیز فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

---

(۱) سرکشی۔ م (۲) سورہ بقرہ: ۲۸۴۔ ترجمہ: جسے چاہے بخش دے۔ م

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝﴾[1]

وہ جو علمِ الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ہمارے نبی اکرم ﷺ تمام جہان کے لیے رحمت بھیجے گئے۔ جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس ﷺ کو ہوتا — یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۝﴾[2]

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔

لہٰذا حضور کی تسکینِ خاطرِ اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اِس کا غم نہ کرو۔ لہٰذا یہ فرمایا کہ تمھارا سمجھانا، نہ سمجھانا "ان" کو یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "تمھارے حق" میں یکساں ہے۔ کہ ہدایت معاذاللہ امرِ فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝﴾[3]

(اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا — کنز)

﴿ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴾[4]

(اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے — کنز)

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت

---

(۱) سورہ بقرہ:۶۔ (۲) سورہ کہف:۶۔ (۳) سورہ نور:۵۴۔ (۴) سورہ شعرا:۱۰۹۔

پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے۔ مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں ان کے لیے سبب ہدایت ہوں، اور جو نہ پائیں گے ان پر حجت الٰہیہ قائم ہو۔ وللہ الحجۃ البالغۃ.[1]

مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو مولیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی: مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلاۃ السلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ (۱۲) علمائے ملائکہ عظام علیہم الصلاۃ والسلام نے کہا اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اِبْنُ جَرِیْرٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا بَعَثَ اللهُ تَعَالىٰ مُوْسىٰ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ إِلىٰ فِرْعَوْنَ، نُوْدِيَ لَنْ يَّفْعَلَ، قَالَ: فَلِمَ أَفْعَلُ؟ فَنَادَاهُ اثْنَا عَشَرَ مَلَكًا مِنْ عُلَمَاءِ الْمَلَائِكَةِ: امْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهِ، فَإِنَّا جَهِدْنَا أَنْ نَّعْلَمَ هٰذَا فَلَمْ نَعْلَمْهُ.

اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے۔ دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستر (۷۰) ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے:

﴿اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝﴾[2]

(ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسیٰ و ہارون کا۔)

مولیٰ عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے، تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝﴾[3]

---

(۱) اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔
(۲) سورہ شعراء: ۴۷، ۴۸۔ (۳) سورہ انعام: ۳۵۔

(اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے تو ہر گز نادان نہ بن — کنز)

مگر اس نے دنیا کو عالَم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے — وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی — یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اس کے نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا — زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں — مگر اس نے یوں ہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں — اور کسی پر اس کے اہل و عیال کے ساتھ تین تین فاقے گذرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں ﴿اَهُمۡ یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَهُمۡ﴾[1] کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل، یا اجہل بد دین وہ جو اس کے ناموس میں چون و چرا کرے کہ یوں کیوں کیا یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے اس کی شان ہے: ﴿یَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ۝﴾[2] اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

اس کی شان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَحۡكُمُ مَا یُرِیۡدُ ۝﴾[3] (اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے — کنز)

اس کی شان ہے: ﴿لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ هُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ۝﴾[4]

وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں — اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانچ سو (۵۰۰) مسجد میں لگائیں پانچ سو (۵۰۰) پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں — کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی

---

(۱) سورہ زخرف: ۳۲۔ ترجمہ: کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا — کنز

(۲) سورہ ابراہیم: ۲۷۔ (۳) سورہ مائدہ: ۱۔ (۴) سورہ انبیا: ۲۳۔

بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی، ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں — ان پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں — اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھی میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا — ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے — اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنی؟ کیا کوئی اس کا ہم سریا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے؟ مالک علی الاطلاق ہے۔ بے اشتراک ہے۔ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ ذلیل فقیر، بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اس کا سر کھجایا ہے — شامت نے گھیرا ہے — اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل، بے ادب! اپنی حد پر رہ — جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمالِ صفات میں یکتا و کامل ہے۔ تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش ❁ نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند[1]

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہِ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے — سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زئی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا کہ یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا — مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا — جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے — میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا — غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو — پھر ربُّ الارباب، حکیم حقیقی، عَالِمُ السِّرِّ وَ الْخَفِي عزّ جلالہ کے

(۱) ترجمہ: حافظ! تو ایک خاک نشین فقیر ہے، شور نہ کر۔ سلاطین اپنی حکومت کا نظام خوب جانتے ہیں۔ م

اَسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں، جنون ہے — اگر جنون نہیں، بے دینی ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین.

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لیے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔

دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے — اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارۂ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے — مگر اس کی حقیقت و کُنہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے، باہم کیا الفت؟ اور کیوں کر اسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ — اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور ان کی کُنہ نہ پائی — پھر اِس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شَے ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے؟ اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔

اللہ جلّ جلالُہ فرقان حکیم میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[1]

(اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا)

اور فرماتا ہے: ﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ﴾[2]

کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ﴾[3] اختیار تو سارا اللہ کا ہے۔

اور فرماتا ہے: ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[4]

سُنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اسی کے لیے ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ، مالک سارے جہان کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص

(۱) سورہ تکویر: ۲۹۔ (۲) سورہ فاطر: ۳۔ (۳) سورہ آل عمران: ۱۵۴۔ (۴) سورہ اعراف: ۵۴۔

اسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً[1] شرکت نہیں۔ نیز اصل اختیار اسی کا ہے۔ نیز بے اس کی مشیئت کے، کسی کی مشیئت نہیں ہو سکتی۔

اور وہی مالک و مولیٰ جلّ وعلا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾[2]

یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بے شک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے: ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾[3]

اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اور فرماتا ہے: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[4]

جو تمھارا جی چاہے کیے جاؤ اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾[5]

اے نبی! تم فرما دو کہ حق تمھارے رب کے پاس سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ بیشک ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انھیں گھیریں گے۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے: ﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾[6]

کافر کا ساتھی شیطان بولا۔ اے رب ہمارے! میں نے اسے سرکش نہ کر دیا تھا۔ یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ رب جل وعلا نے فرمایا۔ میرے حضور فضول جھگڑا نہ

---

(۱) بالکل: ذرا بھی۔ م
(۲) سورہ انعام: ۱۴۶۔ (۳) سورہ نحل: ۱۱۸۔ (۴) سورہ فصلت: ۴۰۔
(۵) سورہ کہف: ۲۹۔ (۶) سورہ ق: ۲۷ تا ۲۹۔

کرو۔ میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے۔ وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شک بے شبہہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادۂ الٰہیہ کچھ نہیں کر سکتا اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یوں ہی کہ عقیدۂ اہل سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ کیا ہے؟ وہ جو اہل سنت کے سردار و مولی، امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے انھیں تعلیم فرمایا۔

ابو نُعیم "حِلیۃ الاولیا" میں بطریق امام شافعی عن یحیٰ ابن سُلیم۔ امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المومنین مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:

إِنَّهُ خَطَبَ النَّاسَ يَوْماً (فَذَكَرَ خُطْبَتَه، ثُمَّ قَالَ) فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْجَمَلَ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ، فَقَالَ: بَحْرٌ عَمِيْقٌ فَلَا تَلِجْهُ. قَالَ يَا أَمِيْرَ المؤمنين أَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ. قَالَ سِرُّ اللهِ فَلَا تَتَكَلَّفْه. قَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَخْبِرْنَا عَنِ الْقَدَرِ، قَالَ: أَمَّا إِذَا أَبَيْتَ فَإِنَّه أَمْرٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ لَا جَبْرٌ وَّلَا تَفْوِيْضٌ. قَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ فُلَانًا يَقُوْلُ بِالاسْتِطَاعَةِ— وَهُوَ حَاضِرُكَ فَقَالَ عَلَيَّ بِه. فَأَقَامُوْهُ، فَلَمَّا رَآهُ سَلَّ سَيْفَهُ قَدْرَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، فَقَالَ اَلاسْتِطَاعَةُ تَمْلِكُهَا مَعَ اللهِ أَوْ مِنْ دُوْنِ اللهِ؟— وَإِيَّاكَ أَنْ تَقُوْلَ

أَحَدُهُمَا فَتَرْتَدَّ فَأَضْرِبَ عُنُقَكَ — قَالَ فَمَا أَقُولُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ قُلْ أَمْلِكُهَا بِاللهِ الَّذِي إِنْ شَاءَ مَلَّكَنِيهَا۔"

یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرمارہے تھے — ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے کھڑے ہوکر عرض کی — یا امیر المومنین ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے۔ فرمایا گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ — عرض کی یا امیر المومنین ہمیں خبر دیجیے — فرمایا اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا — عرض کی یا امیر المومنین ہمیں خبر دیجیے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبورِ محض ہے نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے — اور وہ حضور میں حاضر ہے — مولی علی نے فرمایا میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا جب امیر المومنین نے اسے دیکھا، تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے؟ یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہوجائے گا اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا یا امیر المومنین پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہہ کہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیّت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدہ اہل سنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے۔ — جس کی کنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے — اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولی علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا۔

ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا: تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا۔ أَفَيُعْصَىٰ قَهْرًا — یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا —

معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گذرتے ہیں — حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی، قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے، ایک ذرہ جنبش کر سکے — وہ صاحب کہتے ہیں فَكَأَنَّمَا أَلْقَمَنِيْ حَجَرًا مولی علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

عمرو بن عُبید معتزلی — کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا — خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔ میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا — کہا خدا نہیں چاہتا — میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے — کہا تو میں شریکِ غالب کے ساتھ ہوں۔

اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولی علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟

باقی رہا اس مجوسی کا عذر وہ بعینہ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے — کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا، کہ خدا کا ارادہ نہیں — اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھا لیتا — اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ — اسی سے کہ تو نہیں کھاتا — تو کھانے کا قصد تو کر — دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا — ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے — غرض مولی علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ سزا و جزا کیوں ہے؟ — اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا — ابن ابی حاتم و اصبہانی ولالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ: قِيْلَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ: إِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا يَتَكَلَّمُ فِي الْمَشِيْئَةِ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ خَلَقَكَ اللهُ لِمَا شَاءَ أَوْ لِمَا شِئْتَ؟ قَالَ لِمَا شَاءَ قَالَ

فَيُمْرِضُكَ إِذَا شَاءَ أَوْ إِذَا شِئْتَ قَالَ بَلْ إِذَا شَاءَ. قَالَ فَيُمِيْتُكَ إِذَا شَاءَ أَوْ إِذَا شِئْتَ؟ قَالَ إِذَا شَاءَ قَالَ فَيُدْخِلُكَ حَيْثُ شَاءَ أَوْ حَيْثُ شِئْتَ؟ قَالَ حَيْثُ شَاءَ قَالَ وَاللهِ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا لَضَرَبْتُ الَّذِيْ فِيْهِ عَيْنَاكَ بِالسَّيْفِ. ثم تلا علی: ﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (۱)

مولی علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیّت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولی علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لیے پیدا کیا جس لیے اس نے چاہا یا اس لیے جس لیے تو نے چاہا؟ کہا: جس لیے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے — فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے؟ یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے — فرمایا: تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا: خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ یعنی تیرا سر۔ تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولی علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اور وہ کیا نصیحت مانیں مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا — بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا، تمام عالم اس کی مِلک ہے، اور مالک سے دربارۂ مِلک سوال نہیں ہو سکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیر المومنین مولی علی سے عرض کی، یا امیر المومنین مجھے مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجیے۔ فرمایا: تاریک راستہ ہے، اس میں نہ چل۔ عرض کی: یا امیر المومنین! مجھے خبر دیجیے۔ فرمایا: گہرا سمندر ہے

(۱) سورہ مدثر: ۵۶۔

اس میں قدم نہ رکھ — عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجیے۔ فرمایا۔ اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول، عرض کی یا امیر المومنین مجھے خبر دیجیے۔ فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ خَالِقُكَ كَمَا شَاءَ أَوْ كَمَا شِئْتَ اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا؟ یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی جیسا اس نے چاہا۔ فرمایا: فَيَسْتَعْمِلُكَ كَمَا شَاءَ أَوْ كَمَا شِئْتَ؟ تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے؟ عرض کی: جیسا وہ چاہے۔ فرمایا: فَيَبْعَثُكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا شَاءَ أَوْ كَمَا شِئْتَ؟ تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے؟ کہا: جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا: أَيُّهَا السَّائِلُ تَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِمَنْ اے سائل تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟ کہا اللہ علی عظیم کی ذات سے؟ — فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟ عرض کی امیر المومنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں — فرمایا — إِنَّ تَفْسِيْرَهَا لَا يَقْدِرُ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ وَلَا يَكُوْنُ قُوَّةٌ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فِي الْأَمْرَيْنِ جَمِيْعًا إِلَّا بِاللّٰهِ. اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں پھر فرمایا:

أَيُّهَا السَّائِلُ أَلَكَ مَعَ اللّٰهِ مَشِيَّةٌ أَوْ دُوْنَ اللّٰهِ مَشِيَّةٌ، فَإِنْ قُلْتَ إِنَّ لَكَ دُوْنَ اللّٰهِ مَشِيَّةً، فَقَدِ اكْتَفَيْتَ بِهَا عَنْ مَشِيَّةِ اللّٰهِ وَإِنْ زَعَمْتَ أَنَّ لَكَ فَوْقَ اللّٰهِ مَشِيَّةً فَقَدِ ادَّعَيْتَ مَعَ اللّٰهِ شِرْكًا فِيْ مَشِيَّتِهِ.

اے سائل! تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے۔ یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادۂ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی جو چاہے خود اپنے ارادے سے کر لے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعوی کیا۔ پھر فرمایا۔ أَيُّهَا السَّائِلُ اللّٰهُ يُشِجُّ وَيُدَاوِيْ فَمِنْهُ الدَّاءُ وَمِنْهُ الدَّوَاءُ. أَعَقَلْتَ

عَنِ اللّٰہِ اَمْرَہٗ ؟ اے سائل بے شک! اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے، اور اسی سے دوا، کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟

اس نے عرض کی: ہاں! حاضرین سے فرمایا:

الآنَ أسْلَمَ أخُوْكُمْ فَقُوْمُوْا فَصَافِحُوْہ.

اب تمھارا یہ بھائی مسلمان ہوا۔ کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔

پھر فرمایا: لَوْ أنَّ عِنْدِيْ رَجُلًا مِنَ الْقَدْرِیَّۃِ لَاَخَذْتُ بِرَقَبَتِہٖ ثُمَّ لَا اَزَالُ اَجَؤُھَا حتّٰی اَقْطَعَھَا فَإِنَّھُمْ یَھُوْدُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَ نَصَارَاھَا وَ مَجُوْسُھَا.

اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوع طاعت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا، یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں اس لیے کہ وہ اس امت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔

یہودی اس لیے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں۔ اور نصرانی و مجوسی اس لیے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں — مجوسی یزدان و اہرمن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن و انس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گا رہے ہیں — وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

یہ اس مسئلہ میں اِجمالی کلام ہے۔ مگر ان شاءاللہ تعالیٰ کافی و وافی و صافی و شافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے، اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالیٰ أعْلَم.